نشہ اور خودکشی کا بڑھتا رجحان اور خیرِ امت کی خاموشی

ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی
15۔ گاندھی روڈ دہرہ دون، اتراکھنڈ

جولائی 2017ء میں بظاہر دو معمولی واقعات کی رپورٹنگ ہوئی جو امت مسلمہ کے خصوصاً اور عالم انسانیت کے لئے عموماً وجہِ تشویش ہے۔ پہلی خبر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں یونیورسٹی کی تاریخ میں کسی طالب علم کی پہلی خودکشی سے متعلق ہے۔ تفصیلات کے مطابق طالب علم انجینیرنگ کی تعلیم حاصل کر رہا تھا اور غیر مقیم ہندوستانی تھا۔ ایک امتحان میں 'بیک' ہونے کی وجہ سے انتہائی دل برداشتہ تھا، گھر کے دباؤ یا ساتھیوں سے شرمندگی کے احساس سے مغلوب ہو کر خودکشی کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور ہاسٹل ہال کی چھت پر چڑھ کر پیٹرول چھڑک کر آگ لگالی۔ جب تک دوسرے طلباء پہنچتے بدقسمت طالب علم 70% سے زائد جل چکا تھا بعد میں دہلی کے اسپتال میں طالب علم کا انتقال ہوگیا۔

دوسری خبر N.D.T.V. پر پیش کئے گئے دستاویزی پروگرام سے ہے جس کے مطابق دہلی کے مسلم اکثریتی غریب علاقے سیماپوری میں نشے کے جال میں پھنستی مسلم نئی نسل کے احوال اور بستی میں ہو رہی نشہ آور ادویہ، شراب کی بڑھتی لعنت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ یہ پروگرام دیکھنے کے لئے بڑے دل گردہ کی ضرورت تھی۔ کس طرح گندگیوں کے ڈھیر، گندی نالیوں اور تعفن زدہ مکانوں میں نوخیز مسلم بچے انجکشن لگا رہے ہیں۔ ماں، باپ، بھائی، بہن، بیویاں، بچے رو رو کر تباہی اور بربادی کی داستان بیان کر رہے ہیں مگر نشہ کے شکار نوجوان اپنے مستقبل سے بے پروا، بے ہوش اپنی دنیا میں مست گندگیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ کئی خاندانوں میں پسماندگان نے بتایا کہ کس طرح ان کے بیٹے، شوہر نشہ کا شکار ہو گئے۔ اور یہ حال کسی دور افتادہ گاؤں یا شہر کا نہیں راجدھانی دہلی کے محلے کا ہے۔ جہاں ہر بڑی چھوٹی دینی ملی جماعت کا مرکز یا آفس ہے۔ بڑی بڑی درگاہیں اور صوفیوں کی خانقاہیں ہیں۔ بڑے بڑے N.G.O ہیں مگر ان سب کے وجود کا اس بستی پر کوئی اثر نظر نہیں۔ خودکشی اور نشے کی لت اس وقت پوری دنیا میں وباء کی حیثیت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ پورے پورے خطے نشہ آور ادویہ کی زد میں ہیں ۔مسلم ممالک ایران، افغانستان، پاکستان، سعودی عرب سب نشہ کی روز افزوں لعنت کی گرفت میں ہیں۔ مسلم معاشرہ یا ممالک کے علاوہ غیر مسلم مقامی معاشرہ یا مغربی معاشرہ سب کے سب نشہ اور خودکشی دونوں کی لعنت میں تیزی سے گرفتار ہو رہے ہیں۔ اگر یہ مسئلہ صرف غریب، کم پڑھے لکھے یا جاہل معاشرے کا ہوتا تو ہم اس کو کم تعلیم، بیروزگاری ،وسائل کی کمی، غربت سے جوڑ کر دیکھ سکتے تھے ۔مگر اعداد و شمار اور روزانہ کے واقعات بتا رہے ہیں کہ سماج کا ہر طبقہ اس سے یکساں طور پر متاثر ہے۔ اوسط کا کچھ فرق ہو سکتا ہے۔ مثلاً ہندوستان میں پنجاب ہر لحاظ سے خوشحال ریاست مانی جاتی ہے مگر نشہ نے پوری ریاست کو جس بری طرح سے جکڑ رکھا ہے وہ اس بات سے ظاہر ہے کہ حالیہ اسمبلی الیکشن میں نشے کا ایشو بہت اہم ایشو تھا اور اکالی، بی جے پی سرکار اس کے لئے ذمہ دار بتائی جا رہی تھی۔ اس ایشو پر "اڑتا پنجاب" نام کی فلم بھی زیر بحث رہی۔ وہیں کیرل کی ریاست ملک کی سب سے زیادہ خواندگی والی تقریباً صد فی صد خواندہ ریاست مانی جاتی ہے۔ مالی حالات بھی بہار، بنگال، یو پی جیسے برے نہیں ہیں پھر بھی ملک گیر اعداد و شمار میں خودکشی کے واقعات سب سے زیادہ اسی ریاست میں ہو رہے ہیں۔

پھر ان حالات کی توجیہ و توضیح کیسے کی جا سکتی ہے۔ دونوں موضوعات پر دنیا بھر میں بحث و مباحثہ، غور و خوض، چل رہا ہے۔ عموماً دنیوی اسباب جو گنائے جا رہے ہیں ان میں بے روزگاری آمدنی کی کمی، جہالت اور بکھرتا انسانی معاشرہ، انسانی رشتہ و روابط میں محبت اور غمگساری کا کم ہوتا رجحان اہم مانے جا رہے ہیں۔ سماج کے مختلف طبقات کی بات کریں تو نوجوان لڑکے لڑکیاں، طالب علم، خواتین اور کسان مختلف الگ الگ وجوہ کی بناء پر خطرات میں زیادہ پھنس رہے ہیں۔ مگر یہ تجربات اور ان کی بناء پر پیش کئے جانے والے حل دونوں ہی اکثر و بیشتر غلط ثابت ہو رہے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں رائج نظریات اور ان کی بناء پر تعمیر کیا گیا انسانی معاشرہ مطلقاً موضوع ہے۔ اور یہ ایک عجیب صورتحال ہے کہ آج پوری دنیا کے تمام مذاہب کے پیروکاروں میں جہاں مذہب پرستی اور اس کے مظاہر کا ابال آیا ہوا ہے وہیں حقیقی دین پسندی عملی زندگی میں داخل نہ ہونے سے دین کی برکات حاصل نہیں ہو رہی ہیں۔ دنیا کی حقیقت ،انسانی زندگی کی حقیقت، دنیا میں آنے کا مقصد، موت کے بعد کے حالات کیا؟ جیسے اہم سوالات ہیں جن کے جوابات خدا بیزار علم گمراہ کن طور پر دے رہا ہے۔

اللہ پاک کے ارشاد "خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا اس لئے کہ ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالی چکھا دے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں" (الروم -41)۔ کیونکہ یہ فساد عقیدے کا بھی ہے اور عمل کا بھی اسی لئے اس کے مظاہر گوناگوں طریقہ سے ظاہر ہو رہے ہیں مادی دنیا میں جہاں ماحولیات اور آلودگی، ارضی درجہ حرارت میں خطرناک اضافہ، موسموں کا غیر یقینی ہونا، سمندر کی سطح کا بلند ہونا اور سطح سمندر پر درجۂ حرارت بڑھنا جیسے مظاہر ظاہر ہو رہے ہیں۔ سماجیات کی دنیا میں مذکورہ بالا مسائل خودکشی اور نشہ آور اشیاء کا استعمال انسانی معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہا ہے۔ آج بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں اچھے اسکول، حق تعلیم، اچھا کیریئر، بہتر مستقبل ہی واحد مقصد زندگی کے طور پر گھولا جاتا ہے۔ پورے معاشرے اور سرکار کی کوشش اسی کے گرد گھومتی ہے۔ زندگی کے متعلق اس نظریے کو قرآن پاک میں اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ "یہ کہتے ہیں کہ دنیا کی زندگی ہی ہماری زندگی ہے۔ ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مار ڈالتا ہے۔ دراصل انہیں اس کا کچھ علم ہی نہیں ہے یہ صرف قیاس اور اٹکل سے کام لے رہے ہیں۔" (الجاثیہ ۔24)۔ اب جب دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے اور اسی کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرلینا ہی کامیابی مانا گیا۔ انسان کے دوسرے اوصاف کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی۔ بغیر مادی فائدے کے کوئی کام بیکار سمجھا گیا تو اس دوڑ میں جس کو قرآن پاک میں "تنافس" اور "تکاثر" اور "تفاخر" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جو پیچھے رہ جائے گا اس کے لئے جینے میں مزہ کیا ہے؟ وہ کس عزم اور مقصد کے لئے زندہ رہے؟ وہ اپنی مجبوری، ناکامی، مایوسی، کے احساس کو دفن کرنے کے لیے کیوں نہ ڈرگس اور شراب کا استعمال کرے؟ جب اس کی "ناکامی" اور "مایوسی" کی حالت میں نہ سماج اور نہ حکومت کوئی مدد کرتی ہے کیونکہ یہ دونوں مادہ پرستانہ نقطۂ نظر کے حامل ہیں اور غیر نفع بخش کام میں وسائل خرچ نہیں کرتے تو "مایوس"، "مجبور" انسان چاہے وہ طالب علم ہو، خاتون ہو، کسان ہو، مریض ہو، کیوں اور کس کے سہارے زندہ رہے؟ آج مختلف حیلہ بہانوں سے عقیدے کی گرفت کمزور کی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اندر سے کمزور ہو رہا ہے اور مجموعی طور پر سماج صرف "نفع" اور "فائدہ" کے اصول کے تحت زیادہ سے زیادہ "خودغرض" اور انفرادیت پسند ہو رہا ہے۔ اب وہ سماج کے تئیں اپنی کوئی ذمہ داری نہیں سمجھتا ہے۔ امتِ مسلمہ بھی آج عقیدے کی کمزوری میں بری طرح مبتلاء کی جا رہی ہے۔ عقیدے کو مراسم عبودیت تک محدود کیا جا رہا ہے۔ اس کے باوجود ان دونوں بیماریوں سے یہ امت کافی حد تک بھی نسبتاً دوسری اقوام سے حالات بہتر ہیں۔ کیونکہ اللہ پر بھروسہ، دنیا کے فانی ہونے کا عقیدہ، اور آخرت کی زندگی، اور حساب و کتاب پر ایمان، اور وہاں کی کامیابی کا عقیدہ، "جو آگ سے ہٹا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہوگیا۔ اور یہ دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے" (آل عمران: 185) کا وہ عقیدہ ہی انسان کا وہ سہارا ہے جو اسے مایوسیوں اور ناکامیوں کی انتہاؤں میں بھی بلند حوصلہ رکھتا ہے۔

دنیا کی طرح یہاں کے حالات کے بھی تغیر پذیر ہونے کا عقیدہ "آدمی کو مکمل مایوسی سے بچاتا ہے اور انتہائی اقدامات اٹھانے سے محفوظ رکھتا ہے"۔ اللہ تعالی فرماتا ہے "تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترایا کرو"

آمریت پسند انسانوں کے مختلف طبقات کے ساتھ مکمل انصاف نہیں ہو رہا ہے۔ وہ کسی نہ کسی طبقے کی طرف جھکا ہوا رہتا ہے۔ یہ حقیقت انقلاب فرانس کے بعد تاریخ سے بالکل عیاں ہے۔ چاہے سرمایہ دارانہ نظام ہو یا اشتراکی نظام دونوں میں یہ کمی موجود ہے۔ نتیجتاً عوام کا بڑا طبقہ آزمائشی یا ایمرجنسی حالات میں اپنے آپ کو بے دست و پا محسوس کرتا ہے۔ ہمارے ملک میں سماجی تحفظ کے نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر ہے تو اونٹ کے منھ میں زیرہ جیسی بھی نہیں ہے۔ عوامی فلاحی بجٹ مستقل کم کیا جا رہا ہے۔ خوراک، دواء، علاج، مکان، تعلیم لگاتار مہنگے ہو رہے ہیں۔ اگر گھر میں اچانک حادثہ یا بیماری یا تعلیمی خرچ آجائے تو سود پر قرض لینے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ سرکاری اسپتالوں میں ہر سہولت کی فیس مقرر ہو گئی ہے۔ تعلیمی بجٹ لگاتار کم ہو رہا ہے۔ پرائیویٹ بینک تعلیمی قرض کا حجم 25% سے 5% پر لے آئے ہیں۔ یہ بات 23/07/017 کو شائع شدہ مضمون میں پی چدمبرم نے اخباروں میں لکھی ہے۔ اچانک بیماری، موت یا حادثہ، اور بے روزگاری نشہ اور خودکشی کی بڑی وجہ ہے جس میں خاندان کا تانا بانا بکھر جاتا ہے۔ سرکاری بیوہ پینشن کی مقدار اتنی ہوتی ہے کہ اس سے 1/2 آدھا کلو دودھ ماہانہ لینا بھی مشکل ہے۔

پھر ان سب کو حاصل کرنے کے لئے لمبی چوڑی سرکاری کارروائی پٹواری، لیکھ پال، انسپکٹر کے چکر اور کمیشن، سب مل کر بہت مایوس کرنے والا ہوتا ہے۔ طلباء پر زبردست ذہنی دباؤ ہمیشہ نمبر 1 پر رہنے کا والدین کی جانب سے بنا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مستقل زبردست تناؤ کی حالت میں رہتے ہیں اور قرار یا سکون کے لیے ڈرگس کے چکر میں آرہے ہیں۔ یہ کہانی ہر چھوٹے بڑے اسکول: ۔IIT، میڈیکل کالج اور ریسرچ اسکالروں کی ہے۔ کوٹا میں ہونے والی خودکشی کی روز افزوں واردات اور IIT کانپور میں خودکشی کی شرح اموات کے پیچھے یہی احساسِ ناکامی یا اندیشہ ناکامی پایا جاتا ہے۔ ایک اور بڑی وجہ سماج میں صارف کلچر Consumerism کی بے پناہ طلب اور ہوس بھی ہے جہاں گھر کے کھیا پر گھر کے لوگوں کا ھل من مزید کا نعرہ ہے۔ جس کی وجہ سے نشہ، کرپشن اور انجام کار خودکشی کے واقعات ہر معاشرے میں تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ وجوہ الگ الگ ہو سکتی ہیں مگر نتیجہ یہی فرار اور مایوسی ہے۔ یہ بات تو طے ہے کہ دنیا میں نافذ تمام نظام حیات یہ اور اس کی طرح کے مظاہر فساد فی الارض روکنے میں ناکام ہیں، اور رہیں گے۔ کیونکہ یہ ان کے دماغوں کی اپج ہے۔ جن کا انسان اور کائنات کے بارے میں علم ناقص، ادھورا او رتغیر پذیر ہے۔ یہ آج کچھ قانون بناتے ہیں کل اس کے برخلاف قانون بناتے ہیں۔ مثلاً جب نشہ کی لت کو روک نہیں پائے تو اسے جرم کی فہرست سے ہی خارج کر دیا۔ خودکشی پہلے ہمارے ملک میں جرم تھی اب اس مسئلہ کو ایسے حل کیا کہ اسے جرم کی فہرست سے خارج کر دیا گیا۔ اس طرح مانگ اٹھ رہی ہے کہ سٹہ، جوا بھی جرم کی فہرست سے خارج کر دیا جائے۔ اس کے برعکس الٰہی رہنمائی میں کیونکہ قوانین اس خالق کی طرف سے بنائے گئے ہیں جس نے انسانوں کو تخلیق کیا ہے جو انسانوں کو اور ان کی ہر طرح کی ضروریات کو پورا کرنے والا اور نشوونما دینے والا رب العالمین ہے۔ اس نے ایک طرف عقیدۂ آخرت، تقدیر پر بھروسا، اللہ پر توکل اور دعا و مناجات کے ذریعے انسانوں کے قلوب کو ہر طرح کی مصیبت اور آزمائش کے لئے مضبوط بنایا، ان کو زندگیوں کو سادہ بنائے رکھنے کی تلقین، "اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل" کے تحت انسانوں کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے اور صرف کرنے کی خواہش پر لگام لگائی۔ دوسری طرف زکوۃ اور بیت المال کے نظام اور حقوق العباد کی زبردست ترغیب اور نظم کے ذریعہ سماج کے ہر فرد کو دوسرے فرد کے ذریعے مضبوطی عطا کی۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (مفہوم) تم مال چھوڑ کر گئے تو مال وارثوں کا اور اگر ذمہ داری چھوڑ کر گئے تو وہ میری یعنی (اسلامی ریاست) کی ذمہ داری ہے۔ جس طرح سے زکوۃ کو عبادات میں شامل کر کے فرض قرار دیا گیا اور اس کے لئے اوپر سے نیچے تک ایک نظم بنایا گیا اور سود کو حرام قرار دیا گیا، اگر صرف یہ دو چیزیں ہی اپنائی جائیں تو بیروزگاری، نشہ، خودکشی، گداگری اور کرپشن سب پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ مگر آج صورتحال یہ ہے کہ مسیحا آپ خود بیمار ہے۔ جس کی وہ عقیدہ کے محاذ پر بھی کمزور اور بیمار ہو رہا ہے اور عملاً زکوۃ، صدقات اور سماجی فلاح کے کاموں سے بھی دور ہو رہا ہے۔ بلکہ ان کو دھندہ بنا لیا ہے۔ آج اگر گلی گلی محلہ محلہ زکوۃ کا نظم ہو، غریبوں، بیماروں، طلباء، بے روزگاروں کی خبرگیری ہو، ان کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کی کوشش ہو، ان کی ہنگامی ضرورتیں پوری کرنے کا نظم ہو تو مایوسی اور ناکامی کیوں ڈیرا جمائے گی؟ امتِ مسلمہ کو حالات کی سنگینی سمجھ کر اپنے وسائل اور افرادی طاقت کو استعمال کرنا ہوگا۔ ایک طرف عقیدے کی مضبوطی، دنیا اور آخرت کی حقیقت اور حقیقی کامیابی کے الٰہی پیمانے عام کرنے ہوں گے۔ جس عقیدے کو ہم رٹا کرتے ہیں اسے سمجھانا بھی ہوگا۔ دوسری طرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ سماج میں فحش و منکرات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ تیسری طرف زکوۃ، صدقات کے محلہ واری نظم کو منظم کرنا ہوگا ۔آخر قوم آج بھی اربوں روپیہ زکوۃ ادا کر رہی ہے پھر بھی مجبوری اور محرومی کیوں؟ ہمارے بچوں اور نئی نسل کو خودکشی، جرائم اور نشے میں مبتلاء کر رہی ہے؟ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ خیر امت دوسروں کی رہنمائی کرتی، ان کی دادرسی کرتی، ان کی مشکل کشائی کرتی مگر یہ خود ان ہی امراض میں مبتلاء ہو کر باعثِ رسوائی ہے۔ ہمیں دنیا اور آخرت میں عزت اور کرامت چاہئے تو اپنا خیرِ امت کا کردار ادا کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔

9358905444

نصاب تعلیم پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت

مولانا سید احمد ومیض ندوی

کسی بھی قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ اس کے مذہبی اقدار اور اس کا تہذیبی تشخص ہوتا ہے، پھر اگر وہ مذہب دین برحق اور خدا کا بھیجا ہوا ہو تو اس کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام خدا کا واحد دین برحق ہے جو اپنی مستقل تہذیب اور مکمل شناخت رکھتا ہے۔ اسلامی تشخص دراصل خدا اور رسول کا عطا کردہ ہے، ایک مسلمان ہر حال میں اس بات کا پابند ہے کہ وہ اسلامی اقدار، وضع قطع اور اسلامی فکر و عقیدے کو مضبوطی سے تھامے رکھے۔ جہاں ایک مسلمان کے لیے اپنے عقائد و ایمان کی حفاظت ضروری ہے وہیں اپنے بچوں کے دین و ایمان کا تحفظ بھی انتہائی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت میں بچوں کی دینی تعلیم و تربیت پر کافی زور دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر سخت اور تندخو فرشتے مقرر ہوں گے، وہ ان باتوں کی خلاف ورزی نہیں کریں گے جن کا اللہ نے انہیں حکم دیا ہے اور ان باتوں کو کر گزریں گے جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے"۔ (التحریم:۶) اس آیت شریفہ کی روشنی میں والدین کی جانب سے اولاد کے دین و ایمان کا تحفظ دراصل انہیں آگ سے بچانے کا کام ہے۔ اسلام انسانیت کے لیے نافع کسی بھی علم کے حصول سے منع نہیں کرتا، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ بچوں کا ایمان وعقیدہ متاثر نہ ہو اور ان کے معصوم ذہنوں میں غیر اسلامی خیالات کی آبیاری نہ کی جائے۔

اسلام دشمن طاقتیں روز اول سے اس بات کے لیے کوشاں رہی ہیں کہ تعلیم کی راہ سے بچوں میں اسلام مخالف ذہنیت پروان چڑھائی جائے، چنانچہ عصری نصاب تعلیم کو وہ اپنے ان ناپاک عزائم سے ہم آہنگ کرنے کے لیے شروع سے بھرپور کوشش کرتی رہی ہیں۔ ہندوستان میں رائج نصاب تعلیم اول تو انگریزوں کا بنایا ہوا ہے، پھر اس پر طرہ یہ کہ آزادی کے بعد سے آر ایس ایس اور دیگر زعفرانی جماعتیں نصاب تعلیم کو زعفرانے اور اس میں زیادہ سے زیادہ اسلام مخالف مواد شامل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ کانگریس کے طویل دور اقتدار میں اگرچہ ملک کا نصاب تعلیم سنگھ پریوار کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ نہیں رہا کہ خود کانگریس میں فسطائی ذہنیت رکھنے والی شخصیتوں کی کمی نہیں تھی، تاہم اس کے اقتدار میں فرقہ پرستوں کو اتنی چھوٹ بھی حاصل نہیں تھی کہ وہ بے خوف و خطر من مانی کریں، لیکن مرکز میں بی جے پی کا اقتدار کیا آگیا انہیں کھلی چھوٹ حاصل ہو چکی ہے۔ فروغ انسانی وسائل کی وزارت اسمرتی ایرانی جیسی کٹر سنگھی خاتون کے حوالے کر کے بی جے پی نے یہی پیغام دیا تھا کہ آر ایس ایس کے منشا کے مطابق ملکی نصاب تعلیم کو ترتیب دینا اس کا اولین ہدف ہے۔ اس وقت ملک بھر میں تعلیم کے حوالے سے تمام کلیدی عہدوں پر آر ایس ایس ذہنیت کی حامل شخصیات براجمان ہیں۔ تاریخ جیسے نازک شعبے میں تک سنگھی شخصیتوں کا تقرر کیا گیا ہے۔

گزشتہ تین سالوں کے دوران تعلیم کو زعفرانے کے حوالے سے بہت کچھ کیا جا چکا ہے، اور مزید بہت کچھ کرنے کے عزائم ہیں۔ نصابی کتابوں میں اسلامی شعائر و عبادات سے متعلق وقتاً فوقتاً جس قسم کا مواد شامل کیا جا رہا ہے وہ انتہائی تشویشناک ہے، گزشتہ ۱۲؍جولائی ۲۰۱۷ء کو گجرات اسٹیٹ اسکول ٹیکسٹ بورڈ کی چوتھی جماعت کی ہندی نصابی کتاب میں اردو لفظ روزہ کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس سے دوسروں تک انفیکشن پھیلتا ہے، اور قے و دست کی شکایت لاحق ہو جاتی ہے، اس سنگین دانستہ غلطی کا ارتکاب افسانوی مصنف پریم چند کی کہانی "عیدگاہ" کے آخر میں فرہنگ میں کیا گیا ہے، ٹیکسٹ بورڈ بک کے صدرنشین نیتن پیٹھانی کا اس سنگین غلطی کو طباعت کی غلطی قرار دینا عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ صاف واضح ہے کہ یہ ایک دانستہ حرکت ہے، جس کے پیچھے سنگھ کا ہاتھ ہے۔ تعلیمی حقوق کے لیے جدوجہد کرنے والے سرگرم کارکنوں نے نیتن پٹھانی کی توجہ اس جانب مبذول کرائی اور زور دیا کہ نصابی کتاب سے اسے واپس لیا جائے، کیوں کہ اس سے عوام کے ایک حلقے کے مذہبی جذبات متاثر ہوتے ہیں، اس کتاب کی پندرہ ہزار کاپیاں زیر گشت ہیں۔

روزہ اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے، جس کے بے شمار طبی و جسمانی فوائد ہیں، روزے کی تشریح کرتے ہوئے اسے انفیکشن پھیلانے والی بیماری قرار دینا سراسر اسلام دشمنی کا عکاس ہے۔ اپنے تو اپنے موجودہ دور کے چوٹی کے سائنسدانوں نے روزے کی طبی افادیت کا اعتراف کیا ہے، روزہ بیشمار جسمانی عوارض و امراض سے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ روزے کے خلاف نصابی کتاب میں اس قسم کا زہریلا مواد شامل کر کے سنگھی طاقتیں اپنے بغض کا اظہار کرنا چاہتی ہیں، اور مسلم بچوں کے دل و دماغ میں ابتدائی عمر ہی سے اسلامی عبادات کے تعلق سے منفی تاثر پیدا کرنا چاہتی ہیں۔ نصابی کتب میں شرارت کا اسی قسم کا ایک واقعہ کچھ عرصہ پہلے پیش آیا، آئی سی ایس ای بورڈ نے اپنی ایک نصابی کتاب میں مسجد کو صوتی آلودگی کی وجہ بتایا۔ آئی سی ایس ای بورڈ کی چھٹی کلاس کی اس کتاب کے ایک صفحہ پر ایک تصویر شائع کی گئی ہے جس میں ٹرین، کار، ہوائی جہاز اور مسجد سے نکل رہی آوازوں کو دکھایا گیا ہے، اس تصویر میں ایک آدمی بھی نظر آتا ہے، جو ان آوازوں سے پریشان ہو کر کان بند کرتا دکھائی دے رہا ہے۔ اس نصابی کتاب میں صوتی آلودگی پر ایک چیپٹر ہے جس میں اس قسم کی تصویر شائع کر کے یہ تاثر دیا گیا ہے کہ مساجد میں لاؤڈ اسپیکر سے دی جانے والی اذان بھی صوتی آلودگی کی ایک اہم وجہ ہے۔ حیرت ہے مندروں اور دیگر گردواروں سے چوبیس گھنٹے کانوں کے پردے پھاڑنے والا شور صوتی آلودگی کا سبب نہیں بنتا، اور دن میں صرف پانچ مرتبہ چند منٹوں کی لیے ہونے والی اذان صوتی آلودگی پیدا کرتی ہے۔ یہ سنگھ پریوار کی شرارت پسند ذہنیت ہے، سوشل میڈیا پر ہوئی برہمی کے پیش نظر کتاب کے پبلیشر نے معافی مانگی اور اگلی اشاعت میں تصاویر کو ہٹانے کا وعدہ کیا۔ اس سے قبل متحدہ ریاست آندھرا پردیش میں سوشیل اسٹڈیز پر پڑھائی جانے والی نویں جماعت کی کتاب میں اسلام کا تعارف کراتے ہوئے اسلام کے چھ ارکان بتائے گئے اور کہا گیا کہ چھٹا رکن جہاد ہے، اسلام کے تعلق سے اس قسم کی باتیں درج کرنے کا مقصد لوگوں میں اسلام اور مسلمانوں کے تئیں نفرت پیدا کرنا ہے، اسلام میں جہاد ایک اہم ترین عبادت ضرور ہے لیکن وہ ارکان اسلام میں شامل نہیں۔

سنگھ پریوار کو اسلام اور مسلمانوں سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے نفرت ہے، ملک میں اردو نظام تعلیم کو درہم برہم کرنے کے بعد اب فسطائی عناصر ہندی کی درسی کتابوں میں موجود اردو اور فارسی کے الفاظ کو نکالنے کی راہ پر گامزن ہیں، جس کا مقصد روزمرہ کی زبان میں استعمال میں ہونے والے اردو الفاظ کو جو ایک عرصے سے زبان زد خاص و عام ہیں دیش سے نکال دینا ہے، اس سلسلے میں آر ایس ایس کی ایک ذیلی تنظیم شکشا سنسکرتی اُتھان ٹرسٹ نے مرکزی حکومت کو ایک خط لکھ کر باقاعدہ تجاویز ارسال کی ہیں، نو بھارت ٹائمس کے مطابق ملک بھر کے اسکولوں میں درجہ اول سے لے کر بارہویں کلاس تک پڑھائی جا رہی NCERT کی ہندی کتابوں سے اردو فارسی اور انگریزی الفاظ ہٹانے کی تیاری کی جا رہی ہے۔ مذکورہ ٹرسٹ کے سربراہ دینا ناتھ بترا کہتے ہیں کہ میں نے درجہ اول سے بارہویں کلاس تک پڑھائی جا رہی سبھی کتابیں پڑھی ہیں، ان میں دیگر زبانوں کے الفاظ کا استعمال زبان کی شفافیت کے خلاف ہے۔

اس وقت پورے ملک کی باگ دوڑ آر ایس ایس کے ہاتھ میں ہے، اور آر ایس ایس تعلیم کا بھگوا کرن کرنا چاہتی ہے۔ نصاب تعلیم میں ہو رہی تبدیلی کا اصل نشانہ اسلام اور مسلمان ہیں، فرقہ پرستوں کا منصوبہ ہے کہ بھگوا نصاب تعلیم لاگو کر کے یہاں کے مسلمان بچوں کو ان کے دین و ایمان سے محروم کر دیا جائے۔ ایسے حالات میں تعلیمی و سیاسی شعبوں سے وابستہ مسلم قیادت کی ذمہ داری ہے کہ وہ نصاب تعلیم پر کڑی نظر رکھے اور سنگھ پریوار کی جانب سے کی جانے والی تبدیلیوں کے خلاف بروقت صدائے احتجاج بلند کرے۔ یہ ہمارے دین و ایمان کا مسئلہ ہے۔ مسلمانوں میں ماہرین تعلیم کی کمی نہیں ہے، مسلم ماہرین تعلیم کا ایک وفاق ہونا چاہئے جو تعلیم کے حوالے سے پیدا ہونے والے مسائل پر غور و خوض کرے اور نصابی کتب کا جائزہ لیتا رہے، جہاں کہیں نصاب میں اسلام مخالف مواد شامل ہو جائے فوراً حرکت میں آئے۔

Email:awameez@gmail.com
Mob:09440371335

حالات آپ کے حق میں کبھی تھے ہی نہیں!

محمد آصف اقبال، نئی دہلی

کانگریس اور اس کی ہمنوا جماعتیں عموماً آر ایس ایس اور اس سے وابستہ جماعتوں و تنظیموں پر الزام تراشی کرتی ہیں۔ وہیں بی جے پی اور اس کی ہمنوا جماعتیں کانگریس کے گزشتہ پچاس سالہ دور اقتدار، اس کی کمیوں، خرابیوں، بے اعتدالیوں اور نفرت پر مبنی سیاست کے دوران منظر عام پر آنے والے مسائل کو خود ان ہی کے چشمے سے آئینہ دکھاتی ہیں۔ ہندوستان میں آزادی سے قبل فسادات کا سلسلہ جاری ہوا جس نے ملک کے ہندو مسلم اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ نیز ان فسادات کے ذریعہ جہاں دو قوموں کے درمیان دوریاں پیدا ہوئیں وہیں جان و مال اور عزت و آبرو بھی پامال ہوئیں۔ بی جے پی کہتی ہے کہ یہ سب کانگریس کے دور اقتدار میں ہوا۔ تو کانگریس جو ملک کی سب سے بڑی و منظم سیاسی جماعت ہے اور جس نے گزشتہ پچاس سال پرسکون حالات میں حکومت کی باگ دوڑ سنبھالی، کہتی ہے یہ سب فرقہ وارانہ اور متشدد لوگوں کے ذریعے انجام دی جانے والی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے۔ عوام سمجھ نہیں پاتے کہ مسائل جن سے آج وہ دوچار ہیں اُس میں کس سیاسی جماعت طبقہ جو گزشتہ پچاس یا ستر سالہ دور اقتدار دیکھ چکا ہے، حالات سے کسی حد تک باخبر ہے، معاملات جو جاری ہیں ان سے بھی واقفیت رکھتا ہے، کبھی کانگریس کے خلاف بولتا اور لکھتا ہے تو کبھی متشدد سیاسی جماعتوں کے خلاف۔ اس کے باوجود وہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہے کہ حالات خراب کرنے میں کس کا کیا رول ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ ہر منظم، بامقصد اور حوصلہ مند فکر و نظریے کے حاملین اپنے افکار و نظریات پر پختہ یقین رکھتے ہیں، ساتھ ہی انہیں اُن پر مکمل اعتماد ہوتا ہے۔ انہیں اس بات کا ذرا خوف نہیں ہوتا کہ ہم اگر کسی شخص یا گروہ سے تعلق استوار کریں گے تو وہ اپنے مخصوص فکر و نظریہ، مقصد و نصب العین اور طریق کار سے بھٹک جائیں گے۔ نتیجے میں ایسے افراد اور گروہ سے وابستہ ہر شخص خود اعتمادی سے لبریز ہوتا ہے۔ وہ سکڑا ہوا اور الگ تھلگ نہیں رہتا۔ بڑے پیمانے پر اور ہر طرح کے افراد و گروہوں سے تعلقات استوار کرتا ہے۔ اپنے فکر و نظریے کو فروغ دیتا ہے اور مقصد اور نصب العین میں درجہ بہ درجہ ترقی حاصل کرتے ہوئے منزل مقصود سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ طریق کار کوئی بھی رہو کامیابی کا اصول یہی ہے

دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ راشٹریہ سیوم سیوک سنگھ سے وابستہ افراد و گروہوں نے آغاز ہی سے بڑے پیمانے پر تعلقات استوار کیے۔ اپنے مخصوص فکر و نظریہ کے فروغ اور مقصد و نصب العین میں کامیابی کے حصول کے لیے ہر سطح پر اور ہر قسم کے افراد اور گروہوں سے راست یا بالواسطہ وابستہ ہوئے۔ نیز یہ وابستگی اس حد تک بڑھی کہ مختلف سیاسی جماعتوں، تنظیموں، اداروں اور گروہوں میں اہم ترین عہدوں تک انہیں رسائی حاصل ہوئی۔

آج یہ بات اگر کہی جائے کہ ملک کی تمام سیاسی جماعتوں میں آر ایس ایس کی فکر سے وابستہ افراد بڑے پیمانے پر موجود ہیں اور بہت سے مقامات پر اہم ترین عہدوں پر فائز بھی ہیں، تو یہ بات مبالغہ آمیز نہیں کہلائے گی۔ آر ایس ایس کی کامیابی کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے جماعتی اسٹرکچر اور ممبر سازی پر زور نہیں دیا۔ برخلاف اس کے فکر و نظریے کا فروغ ہی سب کچھ ٹھہرا۔ لہٰذا بڑی تعداد میں ایسے افراد جو دیگر جماعتوں اور تنظیموں کے ممبر ہیں، اس کے باوجود وہ آر ایس ایس کی فکر و نظریے سے

ڈالتے۔ ان ہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج کہیں سافٹ ہندتو، تو کہیں ہارڈ ہندتو کا نظریہ موجود ہے۔ ان دونوں ہی مقامات میں ایک چیز جو یکساں ہے وہ ہندتو ہے جس کے فروغ میں یا اس میں رکاوٹ نہ ڈالنے میں، دونوں ہی مقامات پر بڑی تعداد میں افراد اپنی بھرپور صلاحیتوں کے ساتھ موجود نظر آتے ہیں۔

آر ایس ایس اور اس کی ہمنوا جماعتیں جس منزل کی جانب گامزن ہیں اس میں رکاوٹ پیدا کرنے والی تین بڑی فکری و نظریاتی قوتوں کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔ i) کمیونسٹ فکر اور اس نظریے سے وابستہ افراد۔ ii) دلت جنہیں منووادی نظام میں شودر کہا جاتا ہے۔ اور نمبر iii) مسلمان جو درج بالا تمام افکار و نظریات سے مختلف، بالاتر اور اپنی مخصوص شناخت رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں کمیونسٹوں نے آزادی سے قبل ہی جدوجہد جاری کی تھی اور آزادی کے بعد دو ریاستیں مغربی بنگال اور کیرلہ میں سیاسی بساط پر اقتدار بھی حاصل کیا۔ لیکن آہستہ آہستہ یہ دونوں ہی ریاستیں ان کے ہاتھ سے جاتی رہیں اور فی الوقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خصوصاً مغربی بنگال ان کے ہاتھ

زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے باوجود آر ایس ایس کی سیاسی جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی مغربی بنگال میں اپنی زمین تلاش کر رہی ہے۔

وہیں الگ گورکھا لینڈ ریاست کی آوازیں بھی بخوبی سنی جا سکتی ہیں۔ اور جو لوگ گورکھا لینڈ ریاست کی جدوجہد میں مصروف ہیں ان کی پشت پہ فی الوقت کون لوگ مددگار ہیں؟ انہیں بھی بچشم سر دیکھا جا سکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی اچھی طرح دیکھی جا سکتی ہے کہ آئندہ دس بارہ سال میں مغربی بنگال کی سیاسی زمین کن لوگوں کے لیے ہموار ہوتی نظر آ رہی ہے؟ کمونسٹوں کے علاوہ دوسری طاقت ہندو سماج کا دلت طبقہ ہے جو بظاہر منووادی نظریے کے خلاف آواز بلند کرتا ہے، لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ آزاد ہندوستان میں پہلے کانگریس نے اُن کا دل کھول کے استحصال کیا۔ متذکرہ طبقے کے چند لیڈروں کو چھوٹے و بڑے عہدے دے کر ان کی آبادی کے بڑے حصے کو اپنے لیے کارگر بنایا تو اب یہی کام بی جے